حصہ دوم

میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ

الناشر

مہتمم نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ (پاکستان)

ندائے حق

حصّہ دوم

پادری صاحبان سے اکیس ۲۱ مطالبات

از

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ

یہ رسالہ پہلی بار سنہ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اسے دوسری مرتبہ نظارت اصلاح و ارشاد افادۂ عام کے لئے شائع کر رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پادری جوالا سنگھ صاحب سے ہمارے مطالبات

پچھلے دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے ہمراہ مجھے بھی عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے گوجرانوالہ جانے کا اتفاق ہوُا تھا۔ وہاں پر جو مباحثہ ہوُا اس پر مختصر رپورٹ "الفضل" میں چھپ چکی ہے۔ لہٰذا زیادہ تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ عام طور پر احمدی احباب کا مقابلہ عیسائیوں سے رہتا ہے۔ اس لئے مَیں یہاں پر اُن مطالبات کا دُہرا دینا خالی از فائدہ نہیں سمجھتا۔ جو ہم نے عیسائیوں کے لائق مباحث پادری جوالا سنگھ صاحب سے دورانِ مباحثہ میں کئے اور جن کا جواب باوجود بہت ہاتھ پاؤں مارنے کے پادری صاحب سے نہ بن سکا۔ اور اس طرح پر انہوں نے اپنے لاجواب ہونے سے ان مطالبات کے قوی ہونے پر مُہر لگادی۔ اگر عیسائیوں سے گفتگو کرتے وقت احباب یہ مطالبات ان کے پیش کریں۔ تو میرا یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز وہ کبھی بھی ان مطالبات کے جواب دینے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکیں گے اور ہمارے احباب کی فتح ہو گی۔ ذیل میں وہ مطالبات

نمبروار درج کر دیئے جاتے ہیں۔

پہلا مطالبہ:۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا ہمیں بخشا جو ہم پر قربان ہوا۔ اس پر ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ جب مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ تو صلیبی تکالیف کو جسم کے ذریعہ مسیح کی انسانی رُوح نے محسوس کیا۔ یا الوہیت نے؟

اگر انسانی رُوح نے دُکھ محسوس کئے تو ہم پر ایک انسان قربان ہوا نہ کہ خدا کا اکلوتا اقنوم ثانی[1]۔ اور اگر صلیبی دُکھ الوہیت نے محسوس کئے تو یہ الوہیت کا نقص ہے کہ وہ بھی انسانی روح کی طرح دُکھ سُکھ محسوس کرتی ہے اور پھر یہ بھی عیسائی صاحبان بتادیں کہ اگر الوہیت بھی دکھوں میں مبتلا ہو سکتی ہے تو الوہیت اور انسانیت میں مابہ الامتیاز کیا رہا؟

دوسرا مطالبہ:۔ عیسائیوں کے نزدیک تثلیث کے تین اقانیم ہیں۔ باپ[1] بیٹا[2]۔ روح القدس[3]۔ اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا تینوں میں کوئی مابہ الامتیاز بھی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھی مابہ الامتیاز نہیں تو تین اقنوم نہ ہوئے۔ صرف ایک ہوا۔ اگر کوئی مابہ الامتیاز ہے تو وہ اعلیٰ صفت ہے یا ادنیٰ؟ اگر اعلیٰ ہے تو ایک اقنوم میں اعلیٰ بات ہے جو دوسرے دو اقنوموں میں نہیں۔ تو اس طرح وہ دو اقنوم ناقص ہوئے اور ناقص افراد کا مجموعہ بھی ناقص ہوتا ہے۔ اور اگر

---

[1] جسے عیسائی دوسرا خدا کہتے ہیں۔

مایہ الامتیاز کوئی بڑی یا ادنیٰ صفت ہے تو یہ بھی الوہیت کا نقص ہے کہ ایک اقنوم میں ایک بڑی صفت ہے جس سے دوسرے دو اقنوم بری ہیں۔

تیسرا مطالبہ:۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح کے سوا کوئی انسان گناہ سے پاک نہیں ایک بالکل بے بنیاد دعوٰی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ خود بائبل کے خلاف ہے دیکھو لوقا باب ۱ - آیت ۷ - وہاں لکھا ہے کہ زکریا نامی ایک کاہن تھا اس کی جورو ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی - اور اس کا نام الیشبع تھا وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے - دیکھئے یہ زکریا اور اس کی بیوی کی تعریف ہے جو نبی بھی نہیں صرف معمولی کاہن ہے اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی بالکل بے گناہ تھے - اور خدا تعالیٰ کے جس قدر بھی قانون تھے سب پر عمل کرتے تھے - پھر ان کا عمل کوئی معمولی نہ تھا بلکہ وہ خدا کے حکموں پر بے عیب چلنے والے تھے - اور نہایت راستباز تھے تو یہ دعوٰی کرنا کہ آدم کی اولاد میں سب گنہگار ہیں - لوقا کے نزدیک غلط ہے کیونکہ زکریا اور اس کی بیوی کی دونوں جو بالکل بے گناہ تھے - باوا آدم ہی کی اولاد میں سے تھے - اب عیسائی صاحبان بتائیں کہ مسیح کے سوا باقی سب کے گنہگار ہونے کی کیا دلیل ہے؟

چوتھا مطالبہ:۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ مسیح کے متعلق نئے

عہد نامہ میں لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ اس کی الوہیت
کی دلیل ہے۔ اس پر میرا ایک اعتراض ہے کہ اگر مسیح کے ازلی ہونے
کے ذکر سے اس کی الوہیت ثابت ہوتی ہے۔ تو ملک صدق سالیم کو بھی
عیسائی صاحبان خدا مانیں۔ کیونکہ اس کے متعلق بھی عہد نامہ جدید میں لکھا ہے
کہ وہ ازلی ابدی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں باب ۷ آیت ۳ میں لکھا ہے۔ "شاہ سالیم
یعنی سلامتی کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے کہ نہ
دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے سے مشابہ ہوا" دیکھئے یہاں
پر صاف اقرار ہے کہ ملک صدق سالیم ازلی ابدی ہے۔ سو اگر ازلی ابدی
کے الفاظ سے مسیح خدا ثابت ہوتا ہے تو پھر ملک صدق سالیم کو بھی
الوہیت کے مرتبہ تک پہنچا ہوا ماننا پڑے گا۔

پانچواں مطالبہ:۔ پادری علی بخش صاحب نے اپنے لیکچر میں خدا
کے مجسّم ہونے کی پہلی ضرورت یہ پیش کی ہے کہ چونکہ خدا انسان کی آنکھ سے
پوشیدہ ہے اور پوشیدہ چیزوں پر انسان کا قوی ایمان نہیں ہوتا۔ اس
لئے وہ مجسّم ہوا۔ تاکہ خدا کو دیکھ کر ایمان قوی ہو۔

اس پر میرے چار اعتراض ہیں:۔

۱۔ تسلیم کرلو، کہ مسیح مجسّم خدا تھا۔ مگر پادری صاحب کی بیان کردہ ضرورت
پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا کو تو پھر بھی کسی نے نہیں دیکھا اور جو جسم حواریوں

اور یہودیوں۔ دوستوں اور دشمنوں کو نظر آتا تھا۔ وہ انسانی جسم تھا۔
(یہ بات عیسائی خود تسلیم کرتے ہیں) نہ کہ الوہیت کا اور الوہیت جس
طرح مسیح کے مجسّم ہونے سے پہلے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ تھی۔ وہ
تو اب مجسّم ہونے کے بعد بھی پوشیدہ ہی رہی اور کوئی نیا انکشاف
حاصل نہ ہُوا۔ مسیح کی الوہیت تو لوگوں نے مشاہدہ نہیں کی۔ صرف
اس کا جسم دیکھا۔ اور اس کے جسم کو تم خود انسانی جسم تسلیم کرتے ہو۔

۲ - دوسری جرح اس پر یہ ہے کہ اگر بغیر خدا کے مجسّم ہونے کے کسی کو خدا پر قوی
یقین نہیں ہوتا۔ تو بتاؤ آدم سے لے کر مسیح تک ہزاروں برس خدا نے
کیوں تجسّم اختیار نہ کیا۔ کیا آدم سے مسیح تک تمام قوموں کے ایمان کا کوئی فکر نہ تھا۔

۳ - تیسری جرح یہ کی جاتی ہے کہ اگر خدا کو مجسّم دیکھنے کے بغیر ایمان قوی نہیں ہوتا
تو بتاؤ کہ مسیح کے بعد جس قدر عیسائی دنیا میں ہوئے۔ ان کے ایمان بڑھانے
کا کون سا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

اور علاوہ ازیں یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ مسیح سے لے کر اب تک انیس سو (۱۹۰۰)
برس کے لمبے عرصہ میں ایک عیسائی بھی قوی الایمان پیدا نہیں ہُوا۔ اور
یہ سب بشپ وغیرہ ضعیف الایمان ہیں۔

۴ - چوتھی بات آپ سے یہ پوچھنی ہے کہ پولوس[1] صاحب جو ایک طرح سے

---

[1] تین خدا۔ (۲) سؤر کے گوشت کا جواز (۳) کفارہ۔ (۴) یسوع کی صلیبی لعنتی موت یہ سب منصوبے پولوس نے جو پہلے یہودی تھا یونان کے بت پرستوں کو سکھائے اصل مذہب میں نہیں تھے۔ (ناشر)

بانیٔ عیسائیت ہیں۔ اور خدا کے رسول کہلاتے ہیں انہوں نے ایمان کی حالت میں "مسیح" "مجسم" کو نہیں دیکھا۔ کیا وہ قوی الایمان نہیں تھے؟ اگر نہیں تھے تو رسول کس طرح ہوئے؟ اور اگر قوی الایمان تھے تو آپ کا وہ کلیہ کہ بغیر مجسم خدا کو دیکھنے کے ایمان قوی نہیں ہوتا بالکل ٹوٹ گیا۔

چھٹا مطالبہ:۔ خدا کے مجسم ہونے کی دوسری ضرورت پادری صاحب نے یہ بیان کی تھی کہ وہ اس لئے مجسم ہوا کہ وہ لوگوں کے لئے عملی نمونہ بنے اس پر میرے چار مطالبات ہیں۔

۱۔ مسیح سے پہلے لوگوں کے لئے کون نمونہ تھا؟ کیا پہلوں کی نجات بغیر کسی نمونہ کی متابعت کے ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو بعد میں مجسم کی کیا ضرورت؟ اور اگر نہیں ہو سکتی تو مسیح سے پہلے لوگوں کی نجات کس سے ہوئی؟ اور کیا پہلوں کے لئے نمونہ قائم نہ کرنا ان پر ظلم نہیں اور کیا یہ انہیں جان بوجھ کر ضلالت میں دھکیلنا نہیں؟

۲۔ صلیب کے واقعہ کے بعد جو قومیں اب تک ہوئیں اور قیامت تک ہوں گی ان کے لئے کون نمونہ ہے۔ کیونکہ بقول تمہارے ایک نمونہ کی اشد ضرورت ہے۔ اگر کہو کہ مسیح کے سوانح ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صرف الفاظ پر کفایت ہو سکتی ہے تو پھر مسیح کے مجسم ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیا توریت اور صحفِ انبیاء کے الفاظ ہماری

نصیحت کے لئے کافی نہ تھے ؟

۳- یہ بھی یاد رہے کہ مسیح نمونہ نہیں تھا کیونکہ ایک شادی شدہ ایک صاحب اولاد - ایک فاتح - ایک مفتوح - ایک حکمران - ایک اپنے دشمنوں پر قابو پانے والے شخص کے لئے مسیح کی زندگی میں کوئی نمونہ نہ تھا۔ غرض یہ کہنا کہ مسیح ہمارے لئے نمونہ ہے غلط ہے۔

۴- مسیح اگر قابل نمونہ ہو بھی تو اس کو نمونہ بنانے کی کس کو ہمّت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسے نمونہ تو وہی بنائے گا جو اس کے الٰہ مجسّم ہونے پر ایمان لائے گا۔ لیکن جو شخص یہ ایمان لا دے کہ یہ شخص مجسّم خدا ہے تو اسے ہمّت ہی نہ ہو گی کہ "المسیح" کو نمونہ بنا دے جب کہ اسے یقین ہے کہ یہ خدا ہے اور اس لئے وہ پاک ہے۔ اس لئے ایسے کام کرتا ہے۔ میں تو انسان ہوں بھلا اس کی طرز کس طرح اختیار کر سکتا ہوں۔ غرض جو شخص "المسیح" کو خدا سمجھ کر اس پر ایمان لا دے اسے ہمّت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ مسیح کی تقلید کرے۔ اور اپنی عملی زندگی میں اسے نمونہ بنا سکے۔ کیونکہ وہ خیال کرے گا۔ کہ میں اس کی متابعت کس طرح کر سکتا ہوں۔ یہ ہوا خدا اور میں ہوا عاجز انسان کیا عاجز انسان خدا بن سکتا ہے؟

ساتواں مطالبہ:- پادری علی بخش صاحب نے اپنے گوجرانوالہ کے لیکچر میں بیان کیا۔ کہ موسوی شریعت میں جانوروں کو بطور فدیہ قربانی کیا جاتا تھا۔

لیکن وہ قربانی ناقص تھی - اور صرف اس بات کے لئے بطور علامت مقرر کی گئی تھی کہ مسیح بندوں کے گناہ اُٹھا کر ان کے فدیہ میں قربان ہونے والا ہے - اس پر ہماری طرف سے پادری جوالا سنگھ صاحب سے (جو گوجرانوالہ میں تمام لیکچراروں کی طرف سے وکیل بن کر مباحثہ کرتے تھے) کہا گیا کہ مسیح کی یہ قربانی بالکل خلافِ فطرت و خلافِ عقل ہے - کیونکہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ دکھوں سے بچنے اور سُکھوں کے حصول کے لئے چھوٹی چیز کو بڑی چیز پر قربان کر دیتا ہے - دیکھو فوج جب لڑائی پر جاتی ہے تو وہاں سپاہی لوگ افسروں کو بچانے کے لئے قربان ہو جاتے ہیں - پھر ادنیٰ افسر قربان ہو کر بڑے بڑے جرنیلوں اور کرنیلوں کا فدیہ ہو جاتے ہیں - پھر جب سپہ سالار اور کمانڈر انچیف پر حملہ ہوتا ہے تو بڑے بڑے جرنیل قربان کر دیئے جاتے ہیں - اسی طرح جب بادشاہ کی جان خطرہ میں ہو تو سپہ سالار تک قربان ہو جاتے ہیں - یہ کیوں؟ اس لئے کہ چھوٹی چیز بڑی پر قربان کر دی جاتی ہے اور یہی انسانی فطرت ہے - لیکن مسیح کی قربانی فطرت کے خلاف ہے - کیونکہ مسیح خدا ہے اور جس کے لئے وہ قربان ہوا - وہ انسان ہیں - اور خدا اعلیٰ ہے بندے ادنیٰ ہیں تو مسیح کی قربانی کے یہ معنی ہوئے کہ اعلیٰ چیز ادنیٰ پر قربان ہو گئی اور یہ بالکل خلافِ فطرت ہے - کیونکہ ادنیٰ چیز اعلےٰ پر قربان ہوتی ہے نہ کہ اعلیٰ چیز ادنیٰ پر - پس مسیح بندوں پر قربان نہیں ہوا -

کیونکہ وہ اعلےٰ ہے اور بندے ادنیٰ ہیں اور اعلیٰ چیز ادنیٰ پر قربان نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ پر قربان ہوتی ہے۔

آٹھواں مطالبہ:۔ پادری صاحب نے لیکچر میں کہا کہ کفّارہ کے بغیر نجات نہیں۔ اس پر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر شریعت کافی نہیں بلکہ خدا کے بیٹے کے قربان ہونے کی ضرورت ہے تو بتاؤ۔

ا:۔ آدم سے لے کر مسیح تک کے لوگوں کے لئے کون قربان ہوا۔ پھر بتاؤ ان کی نجات ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ ظلم ہے اگر ہو گئی تو معلوم ہوا کہ کفّارہ نجات کے لئے ضروری نہیں۔

ب:۔ اس زمین کے سوا اور بہت سے اجرام فلکی ہیں جن میں آبادیاں ہیں۔ اگر کفّارہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو بتاؤ پھر وہاں کون قربان ہوتا ہے۔ خدا کا بیٹا یا کوئی انسان؟ اگر کہو کہ انسان قربان ہوتا ہے تو اس زمین میں کیوں نہ کوئی انسان قربان ہوا؟ اگر ہر جگہ بیٹا ہی قربان ہوتا ہے تو منقولی طور پر اپنی کتاب سے ثبوت دو۔ اور پھر تسلیم کرو کہ بیٹا باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہوا نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی ستیارہ میں قربان ہو رہا ہے۔

نواں مطالبہ:۔ پادری صاحب یہ فرمائیے گا۔ کہ مسیح جب بندوں کے گناہ اٹھا کر مصلوب ہوا تو اب بندوں سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوتے

یا ہوتے تو ہیں لیکن معاف ہو جاتے ہیں؟ اگر کہو کہ سرزد ہی نہیں ہوتے
تو یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ عیسائی بھی ہزاروں جرم کرتے ہیں۔ کم سے
کم جرمن[1] کو تو اس وقت آپ گناہگار تسلیم کرتے ہیں۔ اگر کہو کہ گناہ سرزد ہوتے
تو ہیں لیکن سزا نہیں ملتی۔ بلکہ معاف ہو جاتے ہیں تو بتاؤ کہ پھر تم مشن میں
قواعد کی خلاف ورزی پر عیسائیوں کو سزا کیوں دیتے ہو؟ دوسرے یہ کہ یہ
تو صرف دعویٰ ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی دلیل پیش کرو۔
دسواں مطالبہ:۔ پادری صاحب سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ بندوں پر قربان
ہونے کے لئے "اقنوم ابن" کی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی خصوصیت
نہیں۔ بلکہ تینوں اقنوم مساوی ہیں تو پھر بتاؤ کہ قربان ہونے کے لئے مسیح
کو کیوں چنا گیا باپ اور روح القدس کیوں مصلوب نہ ہوئے اور یہ ترجیح
بلا مرجح کیوں ہوئی؟ اگر کہا جاوے کہ اقنوم ابن کی خصوصیت ہے۔ تو
بتاؤ کہ وہ ما بہ الاختصاص اعلیٰ بات ہے یا ادنیٰ۔ اگر اعلیٰ ہے تو باقی دو
اقنوم ناقص ٹھہرتے ہیں۔ اور اگر ادنیٰ ہے تو اقنوم ثانی ناقص ہوگا۔
گیارہواں مطالبہ:۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ "مسیح نے نہ مرنا تھا نہ
صلیب پر اسے کوئی چڑھا سکتا تھا اور نہ اُسے دکھ و تکلیف کوئی پہنچا

---

[1] جس نے اس وقت ۱۹۱۴ء میں لوگوں کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا تھا۔

سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خدا تھا لیکن اس نے چونکہ بندوں کے گناہ اٹھا لئے
اس لئے وہ گناہوں کی پاداش میں سُولی پر چڑھایا گیا۔ اور موت کا پیالہ
اُسے پلایا گیا" اس پر میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہاری یہ
بات مان لی جائے تو بتاؤ کہ جب مسیح صلیب پر چڑھ کر ایک دفعہ وفات
پا چکے اور گناہوں کا بدلہ بھگت کر دوبارہ زندہ ہوئے تو پھر کیوں یہودیوں
سے چھُپ چھُپ کر شاگردوں سے ملتے رہے اب کس بات کا ڈر تھا۔ خدا
کو کون پکڑ سکتا تھا؟ پہلی بار تو بندوں کے گناہ اٹھانے کی وجہ سے یہودیوں
نے اس پر قابو پایا۔ اب تو گناہ اس سے دُور ہو چکے تھے۔ غرض صلیبی موت
سے دوبارہ زندہ ہو کر بھی مسیح کا یہودیوں سے چھپنا اور ڈرنا بتاتا ہے کہ نہ
وہ خدا تھا اور نہ وہ بندوں کے گناہ اٹھا کر صلیب پر چڑھا تھا ورنہ کیا
وجہ ہے کہ مسیح دوسری زندگی میں جب کہ وہ گناہوں سے پاک تھا یہودیوں
سے ڈرتا رہا۔ پہلی دفعہ تو گناہوں کی وجہ سے یہودی اس پر قابو پا سکے تھے۔
اب تو وہ بالکل بے گناہ تھا۔ اب تو یہودی لوگ ہزار کوشش کرتے۔
پھر بھی اسے نہ پکڑ سکتے۔ پھر چھُپنا اور خوف کرنا چہ معنی دارد۔

بارھواں مطالبہ: عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ہماری خاطر قربان ہوا واقعات
تاریخیہ کے بالکل برخلاف ہے۔ کیونکہ بکرے یا مینڈھے کو ہم اپنی مرضی سے قربان
کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی دشمن ہمارا بکرا پکڑ کر ذبح کر دے۔ اور

ہم شور مچا دیں کہ ہم نے اپنے گناہوں کے بدلہ میں ایک فدیہ دیا بلکہ قربانی تب ہوتی ہے جب ہم اپنی خوشی سے کسی جانور کو ذبح کریں لیکن مسیح نہ تو اپنی خوشی سے صلیب پر چڑھا اور نہ اس کی مرضی کا اس میں کوئی دخل تھا۔ ہاں اگر مسیح خود بغیر کسی جبر کے صلیب پر چڑھ کر خودکشی کے طور پر موت اختیار کرتا تو تب عیسائی صاحبان کہہ سکتے تھے کہ مسیح ہم پر قربان ہوا۔ یا خود حواری مل کر مسیح کو صلیب دیتے۔ تب بھی وہ قربانی کہلانے کا مستحق تھا۔ لیکن یہاں تو صورت ہی اور ہے۔ یہودی جبراً پکڑ کر ایک شخص کو صلیب دیتے ہیں۔ اور عیسائی صاحبان شور مچاتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے قربان ہوا۔

تیرھواں مطالبہ:۔ پادری صاحب بتائیے تو سہی کہ بے گناہ مسیح نے گناہگاروں کے گناہ اپنی مرضی سے اپنے ذمہ لئے یا باپ کی مرضی سے؟ اگر کہو کہ باپ کے کہنے سے ایسا کیا تو باپ غیر عادل ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے ایک بے گناہ پر گناہگاروں کے گناہ لاد دیئے اور اگر کہو کہ مسیح نے اپنی خوشی سے ایسا کیا تو اس پر دو اعتراض ہیں۔

ا:۔ اس سے مسیح غیر عادل ٹھہرتا ہے (عدل کی اس تعریف کے لحاظ سے جو عیسائی کرتے ہیں) کہ گنہگار کو سزا نہ دی اور اس کا گناہ خود اٹھا کر اُسے یونہی معاف کر دیا۔

ب:۔ بندوں کے گناہ اٹھانا اچھی بات ہے یا بُری؟ اگر اچھی ہے تو

باپ نے یا روح القدس نے کیوں نہیں لوگوں کے گناہ اٹھائے؟ اور اگر دوسروں کے گناہ اٹھانا نقص ہے تو اقنوم ثانی ناقص ثابت ہوا۔

چودھواں مطالبہ۔ توریت میں لکھا ہے کہ آدم نے گناہ کیا۔ اس کی سزا میں خدا نے اسے بہشت سے نکال دیا۔ اور چونکہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی نسل بھی گناہگار ہو گئی۔ اس لئے انہیں یہ سزا دی کہ مرد پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھاوے اور عورت دردِ زہ سے بچہ جنے۔

پھر دوسری طرف عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ مسیح نے آکر لوگوں کے گناہ اٹھائے اور ان کی پاداش میں صلیبی موت کا مزہ چکھا۔ اور اس طرح پر وہ بندوں کے گناہوں کا جو آدم کے وقت سے چلے آتے تھے کفارہ ہوا۔ اس پر میرے کئی سوال ہیں۔

۱۔ اگر آدم کے وقت کے سرایت کردہ گناہ کا مسیح کفارہ ہو گیا۔ تو چاہیئے تھا کہ اس کفارہ پر ایمان لانے والے مرد نہ محنت سے روزی کماتے نہ ان کی عورتیں دردِ زہ سے بچہ جنتیں۔ لیکن یورپ و امریکہ کے عیسائی ہم سے بھی زیادہ محنت سے روٹی کماتے ہیں اور ان کی عورتیں دوسری عورتوں کی طرح دردِ زہ سے بچے جنتی ہیں۔ پس اگر مسیح آدم والے گناہ کو دور کرنے آیا تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ اس گناہ کی سزا کو بھی دور کر دیتا۔ لیکن وہ سزا عیسائی غیر عیسائی سب کو مل رہی ہے

یہ عجیب بات ہے کہ مسیح نے وہ گناہ تو دور کر دیا لیکن اس کی سزا معدوم نہ کی۔ اس سے معلوم ہؤا کہ گناہ بھی اس نے دور نہیں کیا۔ کیونکہ اگر گناہ دور ہو جاتا تو اس کی سزا بھی دُور ہو جاتی۔

ب:۔ اگر حوّا کے گناہ کی سزا میں عورت دردِ زہ سے بچہ جنتی ہے تو اس سے ماننا پڑے گا کہ حوّا کے گناہ میں سب عورتیں ملوث نہیں ہوئیں کیونکہ بہت سی بانجھ عورتیں بچّہ ہی نہیں جنتیں۔ اس لئے انہیں دردِ زہ بھی نہیں ہوتا اور یہ (بقول تمہارے) خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ گناہ نے تو حوّا کی نسل کی تمام عورتوں میں سرایت کی۔ لیکن سزا صرف ان عورتوں کو ملی جو بچہ جنتی ہیں۔ باقی سب محفوظ رہ گئیں۔

ج:۔ اطبّاء اور ڈاکٹر لکھتے ہیں اور عموماً لوگ جانتے ہیں کہ بعض عورتوں کو بچہ پیدا ہونے وقت بالکل دردِ زہ نہیں ہوتا اور بغیر درد محسوس کئے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ دردِ زہ حوّا کے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ورنہ کوئی عورت بھی اس سے محفوظ نہ رہتی۔ لیکن چونکہ بعض عورتیں دردِ زہ کے بغیر آسانی سے بچّہ جنتی ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا

سلہ آج کل ایسے ٹیکے اور دوائیں ایجاد ہوئی ہیں جن کے استعمال سے عورت دردِ زہ سے بالکل محفوظ رہتی ہے۔ (ناشر)

کہ دردِ زہ بطور سزا کے نہیں اور نہ آدم کے نسلی گناہ کی پاداش میں ہے۔

پندرہواں مطالبہ :- پادری صاحبان کا یہ کہنا کہ چونکہ مسیح آدم کی نسل سے نہیں۔ اس لئے گناہ سے پاک ہے بالکل غلط ہے کیونکہ :-

ا :- شیطان آدم کی نسل سے نہیں اور پھر گنہ گار ہے سانپ بھی آدم کی اولاد میں سے نہیں اور باوجود اس کے توریت اسے گنہگار ٹھہراتی ہے۔ پھر وہ دیو یا خبیث روحیں جنہیں مسیح نکالا کرتا تھا آدم کی نسل سے نہیں تھیں۔ سو یہ استدلال کہ چونکہ مسیح آدم کی نسل سے نہیں اس لئے پاک ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شیطان سانپ اور خبیث روحوں میں سے کوئی بھی آدم کی نسل سے نہیں اور پھر وہ گنہگار ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آدم کی نسل سے نہ ہونا بے گناہی کا سبب نہیں۔

ب :- جس طرح باپ کے خواص بیٹے میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح ماں کی عادات بھی بیٹے میں سرایت کرتی ہیں۔ اور مسیح کی ماں بے گناہ نہ تھی۔ کیونکہ وہ آدم کی نسل سے تھی۔ اس لئے مسیح کو بھی گنہگار ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ماں کی عادات بیٹے میں بھی سرایت کرتی ہیں۔[1]

---

[1] ایوب ۲۵ میں ہے جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا وہ کیونکر پاک ٹھہر سکتا ہے۔

ج :- اگر مسیح آدم کی نسل سے نہیں تو اسے انجیل میں ابنِ آدم کیوں کہا گیا؟
د :- اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جو آدم کی نسل سے نہ ہو وہ بے گناہ ہوتا ہے - تو مسیح کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں - فرشتے بھی آدم کی اولاد سے نہیں اور وہ بے گناہ ہیں - ملک صدق سالیم بھی آدم کی اولاد سے نہیں لہٰذا بے گناہ ہونے کی وجہ سے مسیح کو خدا کہو گے - تو تمام فرشتے اور ملک صدق سالیم کو بھی خدا ماننا پڑے گا -

سولھواں مطالبہ :- پادری صاحب کا یہ کہنا کہ آدم کے گناہ سے اس کی ساری نسل گنہگار ہو گئی - نہایت قابلِ اعتراض بات ہے -

ا :- یہ خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ باپ گناہ کرے - اور بیٹے کو سزا ملے -

ب :- پرانے عہد نامہ کے خلاف ہے کیونکہ حزقیل اور یرمیاہ میں صاف لکھا ہے کہ باپ کے گناہوں کی وجہ سے میں بیٹے کو سزا نہیں دیتا - بلکہ وہاں ایک تمثیل دی ہے کہ باپ اگر کھٹے انگور کھاوے تو بیٹے کے دانت کھٹے نہیں ہوتے -

ج :- نئے عہد نامہ کے خلاف ہے کیونکہ لوقا میں صاف لکھا ہے کہ زکریا کاہن اور اس کی بیوی جو دونوں آدم کی نسل سے تھے بالکل بے گناہ تھے -

د :- مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے بڑوں کے

گھر نیک لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر باپ کا گناہ بیٹے میں بھی سرایت کرنا چاہیئے تو ماننا پڑے گا کہ ہر شرابی کی اولاد بھی شرابی ہوتی ہے اور یہ بات بالکل بدیہی البطلان ہے۔

سترہواں مطالبہ:۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح بے گناہ تھا۔ مدعی سست گواہ چست والی بات یاد دلاتا ہے کیونکہ جب مسیح سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے نیک اُستاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے، کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ (مرقس ۱۰/۱۸)

اٹھارہواں مطالبہ:۔ پادری صاحبان نے اپنے مختلف لیکچروں میں اس بات پر زور دیا تھا کہ مسیح نے عظیم الشان معجزے دکھائے۔ اور چونکہ وہ معجزے بشری طاقت سے بالاتر تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسیح محض انسان نہ تھا بلکہ خدا بھی تھا۔ پادری صاحبان کے اس استدلال پر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اے پادری صاحبان! اگر معجزے دکھانا ہی الوہیت کی علامت سمجھی جاوے تو پھر تمام انبیاء خدا کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ موسٰے ایلیاہ وغیرہ کو خدا نہیں سمجھتے۔ جنہوں نے کہ آپ کے مسیح سے بڑھ کر کرامتیں دکھائیں۔ اس کی تفصیل سنیئے:۔

ا:۔ مسیح کا سب سے بڑا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا ہے۔ مگر اس میں مسیح کی خصوصیت نہیں۔ مسیح کے علاوہ اور انبیاء سے بھی یہ کرامت صادر

ہوتی ہے۔ حوالے دیکھئے:۔

(۱)۔ الیسع نے مُردہ زندہ کیا۔ سلاطین ۲ باب ۴۔ آیت ۳۵۔

(۲)۔ حزقیل نے ہزاروں پُرانے مُردے زندہ کئے۔ حزقیل باب ۳۷۔ آیت ۱۔

(۳)۔ ایلیاہ نے مُردہ زندہ کیا۔ سلاطین ۱ باب ۱۷۔ آیت ۲۲۔

(۴)۔ الیسع کی لاش نے مُردہ زندہ کیا۔ سلاطین ۲ ۱۳/۲۱۔

ناظرین! خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ اگر مسیح بسبب مُردے زندہ کرنے کے خدا ہو سکتا ہے۔ تو الیسع۔ حزقیل اور ایلیاہ وغیرہم جنہوں نے ہزاروں مُردے زندہ کئے کیوں نہ خدا سمجھے جائیں؟ لیکن عیسائی ان کو محض انسان ہی سمجھتے ہیں۔

ب:۔ دوسرا معجزہ بیماروں کو اچھا کرنا ہے۔ لیکن اس میں بھی اور انبیاء مسیح کے شریک ہیں۔

(۱)۔ الیسع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑھی تھا۔ اچھا کیا۔ سلاطین ۲ باب ۵۔ آیت ۱۴۔

(۲)۔ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔ کتاب پیدائش باب ۴۷۔ آیت ۴، ۳۰۔

ج:۔ تیسرا معجزہ تھوڑے طعام اور شراب کو بڑھا دینا ہے۔ مگر یہ کام بھی بہت سے انبیاء سے ظہور پذیر ہوا۔ بلکہ بعض نبی اس

کام میں مسیح سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

(۱)۔ ایلیاہ نے مٹھی بھر آٹے اور تھوڑے سے تیل کو بڑھادیا۔ کہ وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا۔ سلاطین ۱ باب ۱۷۔ آیت ۱۲۔ ۱۶۔

(۲)۔ الیسع نے بھی تیل کو اس قدر بڑھایا کہ گھر والوں کے پاس اس کے رکھنے کے لئے کوئی برتن باقی نہ رہا۔ دیکھو سلاطین دوسرا۔ باب ۴۔ آیت ۲، ۶۔

د: چوتھا معجزہ بغیر کشتی کے دریا پر چلنا ہے۔ یہ بھی صرف حضرت مسیح کا کام نہ تھا بلکہ موسٰے نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھایا۔

(۱)۔ اس نے سمندر کو ایسی لاٹھی ماری کہ وہ پھٹ گیا۔ اور سیال پانی الگ الگ دونوں طرف کھڑا ہو گیا۔

(۲)۔ یوشع نے دریائے یردن کو خشک کر دیا۔ دیکھو کتاب یوشع باب ۳ آیت ۱۷۔

(۳)۔ ایلیاہ نے دریا کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دیکھو سلاطین ۲ ۔ باب ۲۔ آیت ۸ تا ۱۵۔

انیسواں مطالبہ:۔ حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے حواریوں کو فرمایا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو تم میرے جیسے کام کر سکتے ہو۔ بلکہ مجھ سے بڑھ کر۔ اب پادری صاحبان سے سوال ہے کہ اگر مسیح

کو آپ لوگ عظیم الشان معجزات کی وجہ سے خدا مانتے ہیں۔ تو پھر تمام حواریوں کو بھی شریکِ الوہیت ماننا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے بھی معجزات دکھائے اور اگر آپ لوگ کہیں کہ حواریوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تو ماننا پڑے گا کہ بقول مسیح ناصری حواریوں میں رائی کے برابر بھی ایمان نہ تھا۔

بلیسواں مطالبہ:۔ مسیح نے انجیل میں صاف فرمایا ہے کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جو ایسے ایسے بڑے معجزات دکھائیں گے کہ ہو سکتا ہے وہ کاملین کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ لیکن تم ان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔ (مرقس ۱۳/۲۲)

مسیح کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے نزدیک ایک جھوٹا آدمی بھی معجزات دکھا سکتا ہے تو پھر اے پادری صاحب! معجزات الوہیت کا معیار کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور معجزات دکھانے سے مسیح کی خدائی کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔

اکیسواں مطالبہ:۔ کتاب استثناء میں لکھا ہے کہ وہ نبی جو جھوٹا ہو اور پھر معجزے بھی دکھلاتا ہو۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائیگا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح معجزے بھی دکھلاتا تھا اور وہ قتل بھی کیا گیا۔ اب یا تو یہ کہو کہ کتاب استثناء میں خدا نے موسٰے سے ایک غلط معیار

بیان کیا۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل ہوگا اور یہاں پر مسیح صادق راستباز قتل کیا گیا اور یا یہ کہو کہ خدا ذمہ خدا باپ نے موسٰی سے سچ بولا۔ لیکن پھر مسیح کو غیر صادق ماننا پڑے گا۔ غرض پہلی صورت میں خدا باپ پر کذب کا الزام آئے گا اور دوسری صورت میں خدا کا بیٹا غیر صادق ٹھہرے گا اور دونوں میں عیسائیوں کی شکست ہے۔

لاہور آرٹ پریس لاہور

اسلام اور عیسائیت کے متعلق مزید مفت
لٹریچر حاصل کرنے کے لئے ذیل کے پتہ پر
لکھیئے

مہتمم نشر و اشاعت
نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

بار دوم　　　　تعداد = ۲۰۰۰
ستمبر ۱۹۶۶ء